نسخہء سکون

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

عنوان

لوگوں کا غلط طرز عمل
صحیح طریقہ
۱- دین داری کو مقدم رکھیں
۲- استخارہ
۳- استشارہ
۴- عورتوں سے مشورہ نہ کریں
۵- مشیر صالح ہو
۶- خیر خواہ ہو
۷- تجربہ کار ہو
استشارہ کی حقیقت
تردد سے بچیں
کفار کی ایک علامت
مسلمان کا حال
دنیا غم کدہ ہے
مصیبت پر شکر کی عادت ڈالیں
اللہ کے حکم پر جان بھی قربان
اولاد کی تربیت کا اصول حضرت گنگوہیؒ کا قوانین الٰہیہ پر عمل
غزوہ احد میں استشارہ کی ایک مثال
ایمان کا تقاضا

تنبیہ یہ وعظ حضرت اقدسؒ کی نظر اصلاح سے نہیں گزارا جا سکا اس لیے اس میں کوئی نقص نظر آئے تو اسے مرتب کی طرف سے سمجھا جائے

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نومن بہ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیّئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضلّ لہ و من یضللہ فلا ہادی لہ و نشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و نشہد انّ محمّداً عبدہ و رسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین

اما بعد فاعوذباللّٰہ من الشّیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم وشاورہم فی الامر فاذا عزمت فتوکّل علی اللّٰہ ان اللّٰہ یحبّ المتوکلین (۳- ۱۵۹)

ترجمہ: ’’اوران سے کام میں مشورہ لیں، پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔‘‘

لوگوں کا غلط طرز عمل:

لوگوں کی ایک بہت بڑی خامی یہ ہے کہ جب کوئی کام کرتے ہیں تو اپنے خیال میں بہت سوچ سمجھ کر کرتے ہیں مگر اس کے بعد جب ان کاموں میں کچھ نقصانات سامنے آتے ہیں تو پھر پریشان ہوتے ہیں، پھر کوئی سوچتا ہے کہ ہم نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو اچھا ہوتا، کوئی سوچتا ہے کہ اگر یہ کام کرلیا ہوتا تو اچھا تھا۔ اس طرح سوچتے رہتے ہیں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں، ہر وقت پریشان رہتے ہیں۔

صحیح طریقہ:

اس کا صحیح طریقہ سمجھیے:

دین داری کو مقدم رکھیں:

تعلقات رکھیں دین دار لوگوں سے اور کوئی بھی کام کرنے کے لئے کوئی بھی معاملہ کرنے کے لئے دین دار کو مقدم رکھیں۔ خاص طور پر رشتوں کے معاملہ میں دین داری کو سب سے مقدم رکھیں اس کی خاطر اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی

چھوڑنا پڑے، پورے خاندان کو چھوڑنا پڑے، اپنے وطن کے لوگوں کو چھوڑنا پڑے، کچھ بھی ہو جائے دین داری پر ہر چیز قربان کر دیں:

ومن یّھاجر فی سبیل اللّٰہ یجد فی الارض مراغماً کثیراً وّسعۃً
اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا اسے روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش۔''

یہ ہے تو ہجرت کے بارے میں، جو شخص بھی فی سبیل اللہ، اللہ کی خاطر، دین کی خاطر، اللہ کی رضا کی خاطر اپنے ماحول کو چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے بڑی وسعت پیدا فرمائیں گے بہت بڑی وسعت، اس پر تنگی نہیں آئے گی، کتنی بڑی بشارت ہے :

مراغماً کثیراً وّسعۃ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کام کر رہے ہیں تو یہ قیود کیوں؟ کہ اپنے خاندان کا ہو یا اپنے وطن کا ہو خواہ بے دین ہی کیوں نہ ہو اسے ترجیح دی جاتی ہے تو یہ نظریہ غلط ہے ایسے ہی دوسری آیت میں فرمایا:

انّ الّذین توفّٰھم الملئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنّا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک مأوٰھم جھنّم وساءت مصیراً (٤-٩٧)

''بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے کو گناہ گار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے، وہ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کر کے وہاں چلا جانا چاہئے تھا سو ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ جانے کیلئے بری جگہ ہے۔''

جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو بعض لوگ ہجرت نہیں کر رہے تھے اس لئے اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ ہجرت نہیں کرتے جب جان قبض کرنے والے ملائکہ ان کے پاس پہنچتے ہیں تو ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے ہجرت کیوں نہیں کی؟ اسلام کا کھل کر اعلان کیوں نہیں کیا؟ کیوں چھپائے رکھا خود کو؟ تو وہ جواب دیتے ہیں: کنّا مستضعفین فی الارض ہم تو عاجز تھے اور دشمنوں سے ڈرتے تھے اس لئے ہم نہیں کر پائے۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی، ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ چلے جاتے وہاں اسلام کا مظاہرہ کرتے اللہ کی عبادت کرتے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہجرت نہیں کی اور ایک

خاص جگہ میں بند ہو کر بیٹھ گئے فاء لئک مئاوٰھم جھنّم ان کی جگہ جہنم ہے

اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ یہ آیات ہیں تو ہجرت کے بارے میں مگر میں اکثر اس پر بیان کرتا رہتا ہوں بتا تا رہتا ہوں کہ یہ حکم ہر معاملے کے بارے میں ہے، شادیاں ہو دوسرے تجارت وغیرہ کے تعلقات ہوں یا کوئی لین دین وغیرہ کے معاملات ہر ایک میں دین داری کو مقدم رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تنکح المراء ة لاربع لما لھا و لحسبھا و لجمالھا و لدینھا فاظفربذات الدین تربت یداک (متفق علیہ)

ترجمہ: ”عورت سے چار وجہوں سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے خاندان اور نسب کی وجہ سے، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے، اس کے دین کی وجہ سے، تم دین داری کو مقدم رکھو، تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔“

رشتے کرنے میں چار چیزوں کو دیکھا جاتا ہے لوگ رشتہ کرنے میں سب سے پہلے مال کو دیکھتے ہیں، نہ جوانی، نہ صحت، نہ صورت نہ سیرت، کیسا ہی بدصورت ہو، کتنا ہی بڈھا ہو، اٹھا بھی نہ جاتا ہو، کمر جھکی ہوئی ہو منہ میں دانت ایک بھی نہ ہو، آنکھوں سے نظر نہ آتا ہو مگر مال ہو مال کی ہوس نے دینا کو تباہ کر دیا ہے۔ دوسرے درجے میں حسب کو دیکھتے ہیں، دنیوی عزت ہو اہل دنیا کی نظر میں کوئی اونچا مقام رکھتا ہو۔ تیسرے درجے میں حسن و جمال کو دیکھتے ہیں۔ آخری درجے میں اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے بھی ہیں جو رشتہ کرتے وقت دین کو دیکھتے ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے بہت تاکید سے فرمایا ہے کہ رشتہ کرتے وقت دین کو سب سے مقدم رکھو باقی چیزیں ساتھ ہو جائیں تو چلئے وہ چیزیں بھی نعمت ہیں، دین دار کے پاس مال ہے تو وہ بھی اس کے دین کے کام آئے گا، دین دار کے پاس جمال ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دین دار کے پاس کوئی منصب ہے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے استعمال کرے گا یہ ساری چیزیں اس کے لئے دین میں معین بن جاتی ہیں اور اگر بے دین تو یہ ساری چیزیں فسق و فجور

اور بے دینی میں معین بنیں گی دین کو سب سے مقدم رکھو یہ نمبر یاد رکھیں، کوئی کام کرنے وقت، کوئی معاملہ کرتے وقت سب سے پہلی بات دین داری۔ ایک اور حدیث سن لیجئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا یأکل طعامک الا تقی (احمد)

''تیرا کھانا متقی شخص کے سوا کوئی نہ کھائے۔''

متقی کے معنی کبھی کبھی بتاتا رہتا ہوں، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں انہیں متقی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ تیرا کھانا صرف متقی لوگ کھائیں، اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ نہیں کہ اگر کوئی مہمان آگیا اور وہ فاسق، فاجر یا کافر ہے تو آپ اسے کھانا نہ کھلائیں، جو مہمان آگیا اسے کھلانا تو پڑے گا اس حدیث کا مطلب یہ کہ آپ تعلقات رکھیں متقین سے کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ تعلقات ہونگے زیادہ تر ان ہی کا آپ کے پاس آنا جانا رہے گا تجارت کی وجہ سے لوگ آتے جاتے ہیں، رشتوں کی وجہ سے لوگ آتے جاتے ہیں، دوسرے دنیوی کاموں کی وجہ آپس میں ملتے جلتے ہیں تو آپ اپنے تعلقات جب قائم کریں گے نیک لوگوں کے ساتھ تو وہی آپ کے ہاں آئیں گے اور
آپ ان ہی کو کھلائیں گے پلائیں گے جب تعلقات ہی بے دین لوگوں کے ساتھ رکھیں گے تو بے دین لوگوں کو ہی کھلائیں گے ایک بات تو یہ ہوگئی کہ اپنا ہر معاملہ اور ہر تعلق قائم کرنے پہلے یہ کوشش کریں کہ دین دار کے ساتھ ہو اور اس بات کا اہتمام کریں

۲ استخارہ:

کوئی بھی کام کرنے سے پہلے استخارہ کریں لیکن استخارہ کریں سنت کے مطابق، دو رکعت پڑھ کر دعاء مسنون پڑھیں، اس دعاء کے بعد کوئی خواب وغیرہ نظر آنا ضروری نہیں، لوگوں نے ایسے ہی خواہ مخواہ کی باتیں بنا رکھی ہیں، دعاء استخارہ کا جو مضمون ہے وہی اس سے مقصود ہے، اس کا مضمون یہ ہے کہ یا اللہ! یہ کام تیرے علم میں اگر میرے لئے دنیا کے لحاظ سے نافع ہے تو مقدر فرما، اس میں برکت عطا فرما، اس کے اسباب پیدا فرما دے اور اگر کسی لحاظ سے یہ میرے لئے نافع نہیں، مضر ہے خواہ دنیا کے لحاظ سے یا آخرت کے لحاظ سے یا حال کے لحاظ سے یا استقبال کے لحاظ سے تو پھر مجھے اس سے ہٹا دے اور اسے مجھ سے ہٹا دے۔ تو عالم ہے میں نہیں جانتا تو قادر ہے میں عاجز ہوں ان صفتوں کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے اب یقین رکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کر لی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہتر نتائج مرتب ہوں گے اس دعاء کے قبول ہونے کا وعدہ ہے رسول اللہ ﷺ استخارہ کی دعاء اتنی تاکید سے تعلیم فرماتے تھے کہ جیسے قرآن کی آیت اور فرمایا:

ما خاب من استخار (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

جس نے استخارہ کر لیا وہ کبھی خسارے میں نہیں رہے گا سنت کے مطابق استخارہ کرنا ضروری ہے، خواب وغیرہ دیکھنا کوئی ضروری نہیں استخارہ کے بعد آگے نتائج جو کچھ بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی مقدر ہو جائے اس پر انسان کو راضی رہنا چاہیئے، اسی کو اپنے لئے نافع سمجھے، یہ یقین رکھنا چاہئے کہ یہی میرے لئے نافع ہے۔

۳ استشارہ

تیسرا نمبر استخارے کے بعد یا ساتھ ساتھ استشارہ۔ جب کوئی کام کرنا چاہیں تو مشورہ کیا کریں۔

استشارہ کی شرائط:

مشورہ کن لوگوں سے لیا جائے اس کی چند شرائط ہیں:

عورتوں سے مشورہ نہ کریں:

عورتوں سے مشورہ قطعاً نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا کان امراء کم خیارکم و اغنیاء کم سمحاء کم امر کم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیر من بطنھا واذا کان امراء کم شرارکم و اغنیاء کم بخلاء کم و امور کم الیٰ نساء کم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

ترجمہ: ''فرمایا کہ جب تک تمہارے کام آپس میں مشورہ سے طے پائیں گے اور جب تک تمہارے غنی لوگ مالدار لوگ سخی رہیں گے اور جب تک تمہارے حکام نیک لوگ رہیں گے اس وقت تک زمین کا ظاہر زمین کے باطن سے تمہارے لئے بہتر ہے یعنی زندہ رہنا موت سے بہتر ہے اور جب یہ تینوں کام بگڑ گئے یا تینوں میں سے ایک بگڑ گیا، مشورے ہونے لگے عورتوں سے اور حکام ہو گئے بے دین شریر لوگ اور مالدار ہو گئے بخیل تو پھر اس زندگی سے موت بہتر ہے اور زمین کا پیٹ تمہارے لئے زمین کے ظاہر سے زیادہ بہتر ہے۔''

اس لئے عورتوں سے تو مشورہ قطعاً نہ لیا جائے خاص طور پر شادی وغیرہ کے معاملات میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہے ہی عورتوں کا کام، سارا انہی کے سپرد کر دیتے ہیں، یہ طریقہ بالکل غلط ہے، شریعت کے خلاف ہے عقل کے بھی

خلاف ہے عقل سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام کریں عورتوں سے بالکل مشورہ نہ لیں۔ عورتوں سے اگر کچھ پوچھنا ہو تو اس میں دو مصلحتیں سامنے رکھ کر تھوڑا سا پوچھ لیا جائے ایک تو مصلحت یہ ہے کہ ذرا سی دل جوئی ہو جائے ، تھوڑا سا اسے خوش کرنے کے لئے ، بات تو تیری بالکل نہیں مانیں گے یہ دل میں طے کر لیں دوسری بات یہ کہ کبھی کبھی ایسے بھی ہو جاتا ہے کہ بے وقوف اور بے عقل انسان کے ذہن میں اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ ایسی بات ڈال دیتے ہیں جو بڑے بڑے عقلاء کے ذہن میں بھی نہیں آتی تو جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ عورت کے ذہن میں کوئی بات آ جائے ، کوئی ایسی صورت جو آپ کے ذہن میں نہ تھی تھوڑا سا غور کر لیں مگر اس کی رائے اس کے قول کو فیصل ماننا تو الگ رہا اسے کچھ وقعت نہ دیں اگر عورت کی بتائی ہوئی بات عقل میں آ جائے تو اور مرد باہمی مشورہ سے وہ بات طے کر لیں تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں آتی تو ایسے کر کے تھوڑی سی اسکی دل جوئی کر لیں۔ زمانے کے لحاظ سے بعض احکام میں کچھ تغیر ہو جاتا ہے یہ جو میں نے کہا کہ تھوڑی سی بات پوچھ لیا کریں شریعت میں تو یہ بھی نہیں ، شریعت میں یہ ہے کہ پوچھو ہی مت ، عورتوں سے پوچھنے کی بات ہے ہی نہیں مرد آپس میں مشورہ کریں جب آپ کو اس سے استشارہ کرنے کی اجازت نہیں تو آپ کسی بھی نیت سے پوچھیں تو وہ غلط ہو جائے گا۔ پوچھتے ہی کیوں ہے ، بالکل مت پوچھیں بس وہ زمانے کا تغیر ہے لوگوں نے عورتوں کو اپنا سردار اور حاکم بنا رکھا ہے تو اس سے اتار کر ذرا سی بات کہ چلئے ایک دم گرانے کے بجائے تھوڑی سی لیپا پوتی کر دیں ، اسے تھوڑی سی تسلی ہو جائے یہ زمانے کے تغیر سے ایسا ہوا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قطعاً نہیں پوچھنا چاہیئے ۔ خاص طور پر رشتے جیسے معاملے میں زیادہ سے زیادہ یہ کریں کہ جب کسی لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو تو مرد تو اسے دیکھ نہیں سکیں گے اس لئے کوئی خاتون جا کر دیکھ لے اور دیکھ کر بتا دے کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہے۔ لیکن عورتوں کا حال یہ ہے کہ ان میں حب مال اور حب جاہ بہت زیادہ ہے اسلئے جب یہ کسی لڑکی کو دیکھنے جاتی ہیں تو اس کی شکل وصورت سے زیادہ اس کا فیشن دیکھتی ہیں۔

بعض لوگ یہ عذر بتاتے ہیں کہ چونکہ ساس کے ساتھ بہو کو رہنا ہے تو اگر ہم نے کہیں رشتہ کر دیا تو پھر بیوی ہمیشہ لڑتی رہے گی کہ دیکھیے ایسی لے آئے ، ایسی لے آئے لہذا اس کی مصیبت اس کے ساتھ ، جب کہیں کوئی اشکال ہو گا تو ہم کہہ دیں گے کہ تمہاری ہی لائی ہوئی ہے۔ اپنی جان چھڑانے کے لئے مرد ایسا کر لیتے ہیں ، یہ خیال بالکل غلط ہے اسلئے

کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف کر کے آپ کسی بھی مصلحت سے کام کریں گے تو اس کا نتیجہ عذاب ہی عذاب ہوگا کوئی مصلحت اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف نہیں چل سکتی۔

دوسری بات یہ بتائیں کہ دنیا میں کہیں ساس اور بہو کا آپس میں نباہ ہوا ہے؟ وہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ لڑیں، ویسے ناممکن تو نہیں، بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جب سے میری شادی ہوئی والدین بہت زیادہ خوش پہلے سے بھی زیادہ خوش رہے اور میں نے بچوں کی شادیاں کیں تو بحمد اللہ یہاں بھی سب خوش ہیں کسی کو کسی سے ذرہ برابر بھی کوئی اشکال نہیں۔ اگر بات ہوتی ناممکن تو پھر ہمارے ہاں بھی ایسا نہ ہوتا مگر یہ چیز عام طور پر دیکھنے میں نہیں آتی۔ ہمارے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا تو انوار الرشید میں آپ نے پڑھا ہی ہوگا کہ شادی کے موقع پر میں نے کیا کیا کیسی کیسی دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی مدد فرمائی وہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگئی۔ عام طور پر کیا کہ بیگم کو کہا جاتا ہے کہ بیٹے کے لئے دلہن تلاش کر کے لائیں، عورتوں کے ذمہ لگا دیا، عورت میں تو عقل اتنی ہوتی نہیں اپنے خیال میں وہ کتنی ہی خوب سے خوب تلاش کر کے لائیں شادی کے چند روز بعد ہی لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

ایک عورت کہہ رہی تھی کہ جب میں بہو بن کر آئی تو ساس اچھی نہ ملی اور جب میں بہو لائی تو بہو اچھی نہ ملی۔ یہ نہیں کہتی کہ میں اچھی نہیں ہوں، بہو بن کر آئی تو ساس سے لڑتی رہی اور اب اپنی بہو لائی تو بہو سے لڑ رہی ہے۔ یہ تسلیم نہیں کرتی کہ خرابی خود اسی میں ہے، سارا اعتراض دوسروں پر۔ آپ اپنی جان چھڑانے کے لئے کتنا ہی عورتوں کے سپرد کر دیں وہ لڑیں گی، لڑیں گی، جب تک دین نہیں ہوگا لڑیں گی، آپ کو بھی تباہ کریں گی خود بھی تباہ ہونگی۔ اس لئے یہ نظریہ درست نہیں کہ عورتیں جسے خود پسند کر کے لائیں گی اس کے ساتھ مصالحہ رہے گا، ایسا نہیں ہوسکتا لڑائی تو ہوتی رہے گی۔

یہ تین نمبر ہوگئے۔ پہلی بات تو یہ کہ دین داری کے تقاضے کو ہمیشہ مقدم رکھیں، دوسرے یہ کہ استخارہ اور تیسرے نمبر پر استشارہ۔ ویسے استشارہ کی اہمیت استخارہ سے بھی زیادہ ہے اس لئے دوسرے نمبر پر کہنا چاہئے استشارہ اور تیسرے نمبر پر استخارہ۔ رسول اللہ ﷺ نے استخارہ کا بیان فرمایا ہے اور وہ بھی اتنی اہمیت سے جیسے کہ قرآن، مگر نص قرآن میں

استخارہ نہیں استشارہ ہے اس لئے مشورہ کی اہمیت زیادہ ہے۔ مشورہ کن لوگوں سے کیا جائے اس بارے میں بتا رہا تھا۔ اول نمبر میں عورتیں کٹ گئیں، خاص طور پر شادی کے بارے میں شریعت نے عورت کو تو کوئی اختیار دیا ہی نہیں نہ ماں کو نہ بہن کو نہ بیوی کو کسی قسم کا کوئی اختیار قطعاً شریعت نے نہیں دیا۔ ذرا سوچیں کہ مسلمان ہیں!!! مسلمان کے لئے تو اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی چیز اہم نہیں ہو سکتی۔ کسی عورت کو کوئی اختیار نہیں، کتنی پارسا ہو کتنی ہی بڑی ولیۃ اللہ ہو، کیسی ہی رابعہ بصریہ ہو، کتنے ہی ولایت کے درجات طے کر کے آسمان پر اڑتی ہو، کہیں سمندر میں چلی جائے تو اس کا دامن تر نہ ہوتا ہو، ایسی بڑی ولیۃ اللہ ہو لیکن پھر بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ شادیوں میں عورت کو کوئی اختیار نہیں قطعاً کوئی اختیار نہیں۔

جن لوگوں کو بچوں کی شادی کرانے کا اختیار ہوتا ہے انہیں اولیاء کہتے ہیں، اس کا مفرد ہے ولی۔ نابالغ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو بغیر ولی کے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا اور بالغ کیلئے ولی کی رائے بعض اوقات میں معلوم کرنا ضروری ہے اور بعض صورتوں میں ضروری نہیں، اس کی تفصیل تو فقہاء اور علماء جانتے ہیں۔ بہرحال اولیاء جتنے بھی ہیں وہ مرد ہی ہیں کسی عورت کو رائے دینے کا اور کسی قسم کا کوئی اختیار قطعاً نہیں۔ پورے خاندان کی عورتیں چیختی رہیں، چلاتی رہیں، سر پیٹتی رہیں جنہیں شریعت نے اختیار دیا ہے یعنی مردوں کو بس وہی کام کریں، کسی دوسرے کا اس میں کوئی اختیار اعتبار نہیں۔ عورتوں کا قصہ تو استشارے میں پہلے نمبر پر ہی کٹ گیا، مت پوچھو کچھ ان سے، ایک حدیث اور سن لیجئے:

لن يفلح قوم ولّوا امرهم امرأة (صحیح بخاری)

”وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملات کی ذمہ داری کسی عورت کے سپرد کر دے۔“

یہ جو بتایا گیا کہ عورتوں سے مشورہ نہ لیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب معاملہ ان سے مشورہ نہ لے البتہ اگر عورتوں کا اپنا معاملہ ہو تو اس میں جیسے پہلے بتایا کہ صاحب معاملہ کی رائے سب سے راجح ہوتی ہے، اسی طرح اگر کسی عورت کا اپنا ذاتی معاملہ ہو تو اس میں اس کی رائے سب سے زیادہ راجح ہوگی بشرطیکہ اصول شریعت کے خلاف نہ ہو۔

اہم کاموں میں خواتین سے مشورہ لینے کے بارے میں اور رشتہ کرنے میں خواتین کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے واضح فیصلے ہیں، خواتین کو اس میں اپنی خفت محسوس نہیں کرنا چاہئے۔ جیسے

جسمانی قوت اور دل کی شجاعت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو فوقیت دی ہے اور اس میں خواتین اپنی خفت محسوس نہیں کرتیں ، اسی طرح عقل میں بھی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو فوقیت دی ہے ، اس میں خواتین کو کوئی اختیار اور قصد نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سی مصلحت اور حکمت اسی میں ہے ، یہ سوچ کر خواتین کو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر خوش رہنا چاہیئے ۔

۳ مشیر صالح ہو:

دوسرے نمبر میں یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے مشورہ کریں جو نیک ہوں ، دین دار ہوں کیوں کہ بے دین تو بے دینی کے ہی مشورے دے گا ۔ مشورہ دینے والا دیندار ہو پکا دیندار ، آدھا تیتر آدھا بٹیر نہ ہو ۔ اور پکے کی سند لینے کے لئے تو دارالافتاء میں آ کر نبض دکھائیں ، ذرا سا تھرما میٹر لگاتا ہوں ، ذرا سا تو ایک دم پتہ چل جاتا ہے کہ جو ولی اللہ معلوم ہو رہا تھا یہ ولی الشیطان نکلا ۔ جس سے مشورہ کریں وہ پکا دین دار ہونا چاہیئے ۔

۴ خیر خواہ ہو:

مشیر آپکا خیر خواہ ہو ۔ الگ سے اس کا کہنا محض اس کی اہمیت کی بناء پر ہے ورنہ دین داری میں تو یہ داخل ہے ۔ اگر وہ دوسروں کے لئے خیر خواہی نہیں کرتا تو دین دار کہاں سے ہوا ، چلئے چاہیں تو اسے الگ شمار کرلیں یا دین داری میں داخل سمجھ لیں ۔

۵ تجربہ کار ہو:

مزید اس میں یہ کہ مشیر تجربہ کار بھی ہو ، جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں ، جس کے بارے میں مشورہ لینا چاہتے ہیں ، اس کام میں صاحب بصیرت ہو ، صاحب تجربہ ہو ، یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص جو نیک ہو ، بہت بڑا ولی اللہ ہو ، بہت بڑا بزرگ ہو اسے اس کام کے بارے میں تجربہ بھی ہو ، لہذا مشورہ لینے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ وہ اس کام کا تجربہ بھی رکھتا ہے یا نہیں ۔

استشارہ کی حقیقت:

استشارہ کی حقیقت بھی سمجھ لیجئے ۔ استشارہ میں یہ ضروری نہیں کہ صاحب معاملہ اپنے مشیروں کی بات قبول بھی کر لے ، اس پر یہ لازم نہیں ۔ مشیر کی جو شرائط میں نے بتائی ہیں خواہ وہ تمام اس میں پائی جائیں تو بھی صاحب معاملہ کو اختیار ہے کہ ان کی رائے کو قبول کرے یا نہ کرے ۔ استشارہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ معاملے سے متعلق نفع و نقصان کے تمام

پہلو سامنے آجائیں۔ مشیروں کیلئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مشورے پر عمل کرنے کے لئے صاحب معاملہ کو مجبور کریں بلکہ وہ صاحب معاملہ کی رائے پر ہوگا کہ وہ معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کرکے جو چاہے فیصلہ کرے۔

تردد سے بچیں:

یہ سارے کام کرنیکے کے بعد جب طبیعت متوجہ ہوجائے تو پھر دل کی دھک دھک اور تردد کو ختم کردینا چاہئے پھر حکم کیا ہے:

فاذا عزمت فتوکّل علی اللہ(۳۔۱۵۹)

ترجمہ: ''جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں''

ان شرائط کے بعد کہ سب سے مقدم رکھا آپ نے دین داری کو، پھر اللہ کے حکم کے مطابق آپ نے استشارہ بھی کرلیا اور جن جن لوگوں سے استشارے کا حکم ہے صرف ان ہی سے کیا دوسروں سے نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ نے استخارہ بھی کرلیا، یہ سب کام کرنے کے بعد پھر جب اطمینان ہوگیا تو تردد میں مبتلا نہ ہوں۔ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ یہی سوچتے رہتے ہیں کہ ارے! ایسا نہ ہوجائے کہیں ایسا نہ ہوجائے، کہیں ایسا نہ ہوجائے۔ اگر وہ کام کرلیا تو اس میں کچھ نقصان ہوتو پیچھے کو ہی پیٹتے رہتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو اچھا تھا۔ یا اگر شرائط پوری ہوجانے کے بعد وہ کام نہ کیا پھر افسوس ہوتا ہے کہ کاش کرلیا ہوتا تو اچھا تھا یہ مرحلہ ہے انسان کی صداقت کو پرکھنے کا، دین میں اسے کتنا رسوخ ہے، احکام شریعت کا کتنا پابند ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہے، آخر میں یہ مرحلہ بہت مشکل ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے سارے کام کرلئے اب اس کے بعد جب وہ کام کیا تو اس کے نتیجے میں کوئی تکلیف پہنچے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سارے کام کرنے کے بعد آپ نے وہ کام چھوڑ دیا اور بعد میں خیال آیا کہ دیکھیے اگر وہ کام کرلیتے تو کتنی ترقی ہوجاتی سبحان اللہ!

ہم نے کیوں نہیں کیا ہم کرلیتے تو اچھا تھا اس قسم کے جو خیالات ہیں وہ بے دینی کی علامت ہے بے دینی کی۔ صاف صاف بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پوری پابندیوں کے ساتھ جو میں نے بتائی ہیں کوئی کام کرلیا پھر اس پر زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہے مر رہا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہے فائدہ ہورہا ہے، راحتیں پہنچ رہی ہیں تو ہم نے

اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا ہے اور اگر نقصان ہو رہا ہے، تکلیفیں پہنچ رہی ہیں تو بھی ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا ہے۔ آگے راحت اور تکلیف جو کچھ بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسے رکھے گا ہم ہر حال میں راضی ہیں۔ بڑی سے بڑی تکلیف آجائے تو زبان پر یہ بات آنا تو الگ رہی کبھی دل میں بھی خیال نہ آئے کہ اگر ہم یہاں یہ رشتہ نہ کرتے یا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ جوڑتے تو یا تجارت میں اس کے ساتھ شراکت نہ کرتے تو بہتر ہوتا کتنا نقصان ہوجائے کبھی دل میں یہ وسوسہ بھی نہ آئے اگر دل میں وسوسہ بھی آیا تو یہ اس کی علامت ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں۔ صاف صاف کہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق عمل کیا ہے آگے نتیجہ جو کچھ بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

کفار کی ایک علامت:

اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ایک علامت بیان فرمائی ہے:

ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف فان أصابہ خیر

ترجمہ: ''بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کنارہ پر کرتے ہیں پھر اگر کسی کو کوئی نفع پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے اس عبادت پر مطمئن ہوگیا اور اگر اس پر کچھ آزمائش آگئی تو منہ اٹھا کر چل دیا دنیا و آخرت دونوں کو کھو بیٹھا یہی کھلا نقصان ہے۔''

بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تردد پر، شروع میں دل میں رکھتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے دنیا میں فائدہ ہوا تو کہتا ہے کہ بہت اچھا دین ہے سبحان اللہ! بہت اچھا۔ اور اگر نقصان ہوا تو کہتے ہیں کہ معاذ اللہ! یہ دین بڑا منحوس ہے۔ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اس کی مثال رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی کہ کسی نے اسلام قبول کیا اور اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگیا تو کہتا ہے کہ بہت اچھا دین ہے سبحان اللہ! اور اگر بیٹی پیدا ہوگئی تو کہتے ہیں ارے! اسلام لاکر تو ہم مصیبت میں پھنس گئے چھوڑو اس اسلام کو۔ ایسے ہی اگر اسلام لانے کے بعد گھوڑی نے بچہ دے دیا، تو عربوں کو گھوڑوں سے بہت محبت تھی، گھوڑی نے بچہ دیا تو کہتے ہیں کہ بہت اچھا اسلام ہے، اور اگر گھوڑی نے بچہ نہیں دیا تو کہتے ہیں کہ یہ اسلام بالکل خراب ہے منحوس ہے معاذ اللہ! ایسے وہ دنیا کو اس کے تابع رکھتے ہیں، تردد سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

مسلمان کا حال:

صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق عمل کرنیکے بعد پھر جئے یا مرے، مرنے سے زیادہ بات تو کوئی نہیں ہوسکتی نا؟ تکلیف میں گزارنا تو الگ بات رہی خواہ مر ہی کیوں نہ جائے۔ ذرہ برابر ایمان میں تردد پیدا نہ ہو اور یہ یقین رکھیں جو کچھ ہو رہا ہے میرے اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے، میں ان حالات پر صبر کروں گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا اور نیک شخص کے لئے دنیوی تکالیف اور پریشانیاں کفارہ سیئات اور باعث ترقی درجات ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں کتنی جگہ بار بار فرمایا:

والصّٰبرین فی البأسآء و الضّرّآء و حین البأس

ترجمہ: ''وہ لوگ صبر کرنے والے ہیں سختی میں، تکلیف اور لڑائی کے وقت۔''

اللہ کے بندے ہر حال میں صبر کرتے ہیں، بار بار صبر، صبر، صبر، صبر کی تلقین۔

دنیا غم کدہ ہے:

اور فرمایا:

لقد خلقنا الانسان فی کبد (۹۰-۴)

ترجمہ: ''ہم نے تو انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا ہے۔''

انسان کو دنیا میں مشقت اٹھانی پڑے گی۔ امور تشریعیہ کے علاوہ امور تکوینیہ یعنی فقر و فاقہ طرح طرح کی مصیبتیں۔ مصیتوں میں پھر دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ قدرتی مصیبتیں پہنچتی ہیں جیسے کوئی بیماری آ گئی یا خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو گیا۔ دوسری قسم یہ کہ کبھی کسی انسان سے تکلیف پہنچ سکتی ہے مثلاً کسی کے ساتھ رشتہ قائم کیا وہ ہر وقت لڑتا جھگڑتا رہے۔ ایک عجیب ملفوظ بھی سن لیجئے، ایک مولانا صاحب نے مجھے اپنے خسر صاحب کا ملفوظ بتایا، کہتے ہیں کہ ہمارے خسر یہ کہتے ہیں کہ داماد جیسا بھی تلاش کرلو، تلاش کرتے کرتے کئی سال لگا دو پھر بھی جب ملتا ہے کنجر کا کنجر ہی ملتا ہے۔ میں نے ان مولانا صاحب کو کہا کہ آپ کے خسر سب سے پہلا کنجر تو آپ ہی کو بنا دیا اس لئے کہ آپ بھی تو اس کے داماد ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ اس نے نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کے ابا کو بھی کنجر کہہ دیا، آپ کو شرم نہیں آتی؟

آپ اپنے خسر سے پوچھیں کہ وہ کیوں آپ کو کنجر کا بیٹا کنجر کہہ رہے ہیں؟ تو یہ معاملہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ انسان تو مشقت میں پیدا کیا ہے:

لقد خلقنا الانسان فی کبد

مشقت میں پیدا کرنے کے سارے مطلب لے لیں۔ شریعت کے احکام پر عمل کرنے میں بھی مشقت اٹھانا پڑے گی ، اللہ کی نافرمانیاں چھوڑنے میں ، دوسروں کو بچانے میں آپ کو مشقت اٹھانا پڑے گی ، دوسروں کو تبلیغ کرنے میں ، نافرمانیوں سے روکنے میں آپ کو مشقت اٹھانا پڑے گی ۔ اسی طرح سے دوسری مصیبتوں میں بھی مشقت اٹھانا پڑے گی ۔ خواہ وہ کسی انسان کی طرف سے ہوں یا قدرتی طور پر جیسے کوئی بیمار ہو گیا یا کسی حادثے میں زخمی ہو گیا یا معذور ہو گیا۔ وہ تکالیف جن میں بظاہر کسی انسان کا دخل نہیں ہو ان پر لوگ صبر کر لیتے ہیں مگر کسی انسان سے تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس میں یہ نہیں سوچتے کہ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس کے دل میں کس نے ڈالا کہ اسے تکلیف پہنچاؤ؟ اگر کوئی آپ کو تکلیف پہنچا رہا ہے تو سب سے پہلی بات یہ سوچیں کہ اس کے دل میں ڈالا کس نے کہ اسے تکلیف پہنچاؤ وہ تو اللہ نے ڈالا ہے پھر دوسرے درجے میں اسے قدرت کس نے دی ؟ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے دی ۔ جب اللہ نے اس کے دل میں ڈالا ، اللہ ہی نے اسے قدرت دی تو اسے منجانب اللہ کیوں نہیں سمجھتے ؟ اگر اپنی کوئی غلطی ہے تو اس سے توبہ کریں اپنی اصلاح کریں اور اگر غلطی نہیں ، توبہ کرتے رہتے ہیں ، گناہوں سے بچتے رہتے ہیں تو یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات بلند کرنے کے لئے یہ معاملہ کر دیا ، اس میں آپ کا فائدہ ہے درجات بلند ہو رہے ہیں

مصیبت پر شکر کی عادت ڈالیں:

دنیا میں بڑی سے بڑی تکلیفیں ہیں ، ہر تکلیف سے بڑھ کر دوسری تکلیف اور اس سے بڑھ کر دوسری تکلیف ہے ۔ اپنی تکلیفوں کو دیکھنے سوچنے کے بجائے دنیا کے حالات کو دیکھیں کہ دوسرے لوگ کتنی بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا ہیں ۔ بڑی سے بڑی تکلیف ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس بھی بڑی تکلیفیں ہے ہیں ، الحمدللہ ! مجھ پر بڑی مصیبت نہیں آئی یہ پھر بھی چھوٹی ہے ۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی بھی تکلیف پہنچے تو تین شکر لازم ہو جاتے ہیں ایک تو یہ کہ الحمدللہ ! دنیوی تکلیف ہے دینی نہیں ۔ خدانخواستہ دینی نقصان ہوتا تو کتنا بڑا نقصان ہوتا ۔ دنیوی نقصان تو آخرت کا ذخیرہ بنتا ہے اس پر الحمدللہ کہے ۔ دوسری بات یہ کہ الحمدللہ ! یہ تکلیف چھوٹی ہے ، ذرا دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں کتنی بڑی بڑی مصیبتیں ہیں ، الحمدللہ !

اللہ نے بڑی مصیبت سے بچالیا چھوٹی مصیبت دی ہے۔ ارے ناشکرے! ناشکرے!!! تجھے چھوٹی مصیبت پر صبر نہیں ہو پاتا اگر اللہ تعالیٰ اس ناشکری کے بدلے میں تجھ پر کوئی بہت بڑا عذاب ڈال دیں پھر کیا بنے گا؟

ایک خاتون ہر وقت پریشان رہتی تھی بار بار اپنے حالات میں یہی بتاتی کہ یہ پریشانی، یہ پریشانی۔ میں نے اس سے کہا کہ بہت ناشکری ہو، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نہیں سوچتیں، ہر وقت مصیبتیں ہی سوچتی رہتی ہو۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے حالات میں بتایا کہ میں بہت موٹے الفاظ میں کاغذ پر لکھا ''اوئے ناشکری'' یہ لکھ کر سامنے دیوار پر لگا دیا اسے دیکھتی رہتی ہوں اس سے اتنا سکون ملا، اتنا سکون ملا کہ دل سرور سے بھر گیا سارے غم جاتے رہے۔ یہ تو ناشکری کی باتیں ہیں کہ انسان یہ سوچتا رہے کہ یہ تکلیف ہے، یہ تکلیف ہے جبکہ اللہ کے احسان اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بہت زیادہ ہیں:

وان تعدّوا نعمت اللّٰہ لا تحصوھا انّ الانسان لظلوم کفّار (١٤-٣٤)

ترجمہ: ''اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار میں نہیں لا سکتے، بے شک انسان بہت ہی بے انصاف اور بہت ہی ناشکرا ہے۔''

حضرت عمرؓ کا ارشاد بتا رہا تھا، تیسری بات یہ کہ الحمدللہ! جزع وفزع نہیں، انسان تکلیف پر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے، چیخے چلائے نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے تو اسے کہتے ہیں کہ جزع وفزع سے بچ گیا۔ جزع وفزع کے معنی ہیں بے صبری کا مظاہرہ کرنا، خواہ زبان سے بے صبری کے کلمات ادا کرے یا دل میں ایسے خیالات لائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی تکلیف پر جزع وفزع سے محفوظ رکھے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جزع وفزع سے بچالیا، رضا بر قضا کی دولت عطا فرما دی۔

اللہ کے حکم پر جان بھی قربان:

ان چیزوں کو سوچ کر حالات جو کچھ بھی ہوں ان پر صبر کیا جائے اور پھر ایک جملہ دوبارہ لوٹا دوں کہ کتنی بڑی مصیبت آجائے یہ سوچ کر کہ میں نے تو کام کیا ہے اللہ کے قانون کے مطابق، اب جو گزرتی ہے گزرے۔ اللہ کے حکم پر

تو جان بھی دینے کے لئے تیار ہیں ، اگر تھوڑی بہت مصیبتیں آ جائیں تو کیا ہوا خندہ پیشانی سے مصیبتوں کو برداشت کرے اور اجر کی توقع رکھتے ہوئے جو کچھ بھی ہوتا ہے ان پر صبر کرے ، مسلمان کا حال یہ ہونا چاہئے ۔ اور اگر اللہ کے قانون کے خلاف کام کیا تو کیا وہ شرطیں جو پہلے بتائی ہیں ان کے مطابق عمل نہیں کیا پھر اگر بہت خوش بھی نظر آ رہا ہو تو ایسی خوشی کا کیا فائدہ جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں جہنم ہو؟ اللہ کی رضا کے مطابق رہنے سے بڑی سے بڑی تکلیف بھی رحمت ہے اور اللہ کی رضا کے خلاف کرنے سے بڑی سے بڑی خوشی بھی عذاب ہے ، یہ یقین کر لیں ۔ اگر کسی نے کوئی معاملہ کر لیا ، شادی کا یا کوئی دوسرا اور اس میں ان شرطوں کی رعایت نہیں کی تو پھر بعد میں جب کچھ عذاب آیا بیوی مل گئی کرچھلی چلانے والی یا داماد ایسا کنجر مل گیا پھر اسے بعد میں عقل آئی تو اسے سلجھانے کا کیا طریقہ ہے کہ توبہ کر لے ، یا اللہ ! شروع میں ہم نے دین داری کو مقدم نہیں رکھا ، ہم نے دین دار لوگوں سے مشورے نہیں کئے ، ہم نے عورتوں سے مشورے کر کے کام لئے ، ہم نے سنت کے مطابق استخارہ نہیں کیا ، ہماری یہ نالائقیاں ہیں ، نافرمانیاں ہیں ، انہیں معاف فرما دے اور آئندہ کے لئے ہماری حفاظت فرما تو اس لمحے تک جو حالات اس کے لئے عذاب تھے اللہ تعالیٰ انہیں رحمت میں بدل دے گا ، چاہے بظاہر حالات اچھے نہ ہو مگر یہ تکلیف اس کے لئے آخرت کی نعمتوں میں ترقی کا ذریعہ بن جائے گی اور سب بڑھ کر یہ کہ اس کا دل مطمئن رہے گا ۔

اگر عورتوں کے مشورے سے رشتہ کیا ہے تو اس کے بعد پیدا ہونے والے اختلافات اور لڑائی جھگڑے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے اور اگر مردوں کے مشورے سے اصول شرعیہ کے مطابق رشتہ کیا ہو تو اس کے بعد اگر اختلافات پیدا ہو گئے اور کسی کو کسی سے تکلیف پہنچی تو اس پر صبر کرنے میں اجر ہے اس لئے یہ تکلیف اس کے لئے رحمت ہے ۔

اولاد کی تربیت کا اصول:

اولاد کی تربیت کے بارے میں بھی یہی اصول ہے ۔ کسی نے فون پر بتایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر بچوں پر پابندی لگاتے ہیں تو بچوں کا ذہن بند ہو جاتا ہے ، وہ بگڑ جاتے ہیں اور اگر بچوں کو آزادی دی جائے تو ان کا ذہن کھل جاتا ہے پھر جو فو

ن پر بات کررہے تھے کہنے لگے ہمارا تجربہ بھی یہی ہے۔ ایسے لوگ اپنے تجربے بتاتے ہیں، بچوں کو آزادی دے دو کہ جو چاہے کرتے پھرو تو ایسے کرنے سے بچے سدھر جاتے ہیں، خوب پھلتے پھولتے ہیں اور اگر روک ٹوک کرتے ہیں تو بچوں کا ذہن خراب ہوتا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ بچوں پر پابندی رکھو۔ اللہ کے قانون پر عمل کرتے ہوئے اگر آپ کا بچہ خدانخواستہ کافر بھی ہوگیا، فاسق بھی ہوگیا، ڈاکو بن گیا، کچھ بن گیا آخرت میں آپ کے پاس جواب موجود ہے کہ یا اللہ! کہ میں نے تیرے قانون کے مطابق عمل کیا، آگے اس میں اثر رکھنا یا نہ رکھنا، یہ تیری طرف سے تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو مسلمان نہیں کر سکے، بیوی کو مسلمان نہیں کر سکے، لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو مسلمان نہیں کر سکے، ابراہیم علیہ السلام اپنے ابا کو مسلمان نہیں کر سکے، رسول اللہ ﷺ اپنے چچا کو مسلمان نہیں کر سکے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نبی کی تربیت میں کوئی نقص تھا؟ تربیت میں نقص نہیں، دعاء میں نقص نہیں، کوشش میں نقص نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت دکھاتے ہیں۔ اگر بچوں پر پورے طور پر شریعت کے مطابق پابندی بھی، دعائیں بھی، اور اپنی ہمت پر نظر کی بجائے اللہ پر نظر رکھیں کہ ہم تو حکم کے بندے ہیں اللہ کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں، نظر رہے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر، اس کے بعد اولاد کتنی بھی بگڑ جائے قیامت کے روز آپ کے پاس جواب موجود ہے کہ یا اللہ! ہم نے تو تیرے حکم کے مطابق عمل کیا آگے ہدایت تو تیرے اختیار میں تھی۔ اور اگر معاملہ ہوگیا الٹا، ڈھیل دو جی بچوں کو ڈھیل دو، کوئی روک ٹوک نہیں، کوئی پابندی نہیں، حدود شرعیہ کا کوئی لحاظ نہ اس کے بعد وہ بن گیا ولی اللہ، وہ فضیل بن عیاض بن گیا، بہت بڑا ولی اللہ بن گیا پھر قیامت میں تمہاری گردن پکڑی جائے گی کہ اس کا صالح بننا ہماری دستگیری سے ہے، نالائق! تو نے اولاد کی صحیح تربیت کیوں نہ کی، روک ٹوک کیوں نہیں کرتا تھا؟ بوقت ضرورت مناسب سزا کیوں نہیں دیتا تھا؟ نگرانی کیوں نہیں کی؟ وہ ولی اللہ بن گیا ہمارا کرم ہوگیا تجھے تو غفلت پر سزا ملے گی، لے جائیں گے جہنم میں کھینچ کر، تو نے اپنا فرض کیوں ادا نہیں کیا؟ ؎

فموسیٰ الذی ربّٰہ فرعون مرسل
و موسیٰ الذی ربّٰہ جبریل کافر

ترجمہ: ''وہ موسی جن کی پرورش فرعون نے کی وہ رسول بنے اور وہ موسی جس کی پرورش جبریل نے کی وہ کافر

ہوا۔‘‘

سامری کا نام بھی موسیٰ تھا اور پرورش کی جبریل علیہ السلام نے وہ تو اتنا بڑا کافر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی فرعون نے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بنا دیا رسول۔ کوئی کیا بنے گا کیا نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں، مقدرات میں سے ہے، بندے کا کام یہ ہے کہ اللہ کے قانون پر عمل کرے۔

حضرت گنگوہیؒ کا قوانین الٰہیہ پر عمل:

جب حضرت گنگوہیؒ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے اسی زمانے میں قصبے کے ایک با اثر شخص نے یہ مطالبہ کیا کہ اسے بھی دارالعلوم کا رکن بنا دیا جائے۔ وہ اہل ثروت میں سے تھا اور صاحب اثر تھا لیکن وہ رکن بننے کے لائق نہیں تھا کیونکہ شریر اور بے دین تھا۔ حضرت گنگوہیؒ اسے رکن نہیں بنا رہے تھے حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں لکھا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ رکن بنالیں تو اچھا ہے، اس لئے کہ اگر اسے رکن بنا بھی لیا تو اس کی سنے گا کون کیونکہ اکثریت تو ہماری ہے فیصلہ تو وہی ہوگا جو ہم لوگ کریں گے لہذا اس کے شر سے بچنے کے لئے اسے رکن بنالیں اگر نہیں بناتے تو چونکہ با اثر ہے اس دارالعلوم کو نقصان پہنچائے گا۔ حضرت گنگوہیؒ کا جواب سنئے، حضرت گنگوہیؒ کا تفقہ ان کی بصیرت ایسی ہے کہ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی اور سمجھ لیں کہ دیوبندیت نام ہے ہی حضرت گنگوہیؒ کا، جتنی بنیادانہوں نہ رکھی دوسرا کوئی ان کے ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت حکیم الامت کی تربیت حضرت گنگوہیؒ نے کی یہ سارا مصالحہ انہیں کا لگایا ہوا ہے۔ اب جواب سنئے، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں بناؤں گا اسے رکن، کیوں؟ اس لئے کہ اگر اسے رکن نہ بنایا تو فرض کیجئے کہ دارالعلوم کو نقصان پہنچا تو کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ دارالعلوم بند ہو جائے گا یہی ہوگا نا اور کیا ہوگا؟ قیامت میں اللہ کے سامنے جب پیشی ہوگی تو میرے پاس یہ جواب ہوگا کہ تو نہیں چلایا میں کیا کرتا میں تیرے حکم کا بندہ ہوں میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اور اگر اسے رکن بنا لیا تو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوا کہ نالائق کو کیوں رکن بنایا؟

اگر چہ دارالعلوم کتنی ہی ترقی کر جائے مگر یہ سوال ہو گیا کہ نالائق کو کیوں رکن بنایا تو میرے پاس جواب نہیں ہوگا۔ جانا پڑے گا جہنم میں، اس لئے دارالعلوم رہے یا نہ رہے نالائق کو ہرگز رکن نہیں بناؤں گا۔ یہ جواب دیا، پھر اللہ تعالیٰ کی

طرف سے کیسی مدد ہوئی کہ وہ چیختا چلاتا رہ گیا دارالعلوم کو برابر ترقی پہ ترقی ہوتی چلی گئی۔

یہ مثال بھی اس لئے دی کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق عمل کرنے کے بعد پھر کچھ بھی حالات پیش آئیں اسی میں بندے کی بہتری ہے۔ دین داری کو مقدم رکھیں پھر استشارہ جو اس کی شرطیں بتائیں ان پر عمل کریں اور استخارہ بھی کرلیں اور پھر:

فاذا عزمت فتوکّل علی اللّٰہ

ترجمہ: (جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں)

غزوہ احد میں استشارہ کی ایک مثال:

اس کی ایک مثال بھی بتا دوں، غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استشارہ کیا کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کیلئے مدینے سے باہر نکلیں یا اندر رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر رہیں اور جو تجربہ کار حضرات تھے ان کی بھی رائے یہی تھی کہ اندر ہی رہیں تو دفاع مستحکم ہوگا لیکن کچھ جوشیلے نوجوانوں نے کہا کہ نہیں باہر نکل کر کافروں کا مقابلہ کریں گے تو رسول اللہ ﷺ نے ان جوشیلے نوجوانوں کی رائے کو قبول فرمالیا تو یہ حکم ہوا کہ

فاذا عزمت فتوکّل علی اللّٰہ

استشارہ کے بعد جب آپ نے ایک کام کرلیا، پکا ارادہ کرلیا تو جو گزرتا ہے گزرنے دو ستر صحابہ ؓ شہید ہوئے ستر ! کتنا بڑا المیہ کتنا بڑا حادثہ، مگر جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے جب آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق کام کیا تو نتیجہ کچھ بھی ہو ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھیں مطمئن رہیں۔

ایمان کا تقاضا:

تقاضائے ایمان تو یہ ہے کہ مرتے ہیں تو اللہ کی رضا کے مطابق، زندہ رہتے ہیں تو اللہ کی رضا کے مطابق، نفع ہوتا ہے تو اللہ کی رضا کے مطابق، نقصان ہوتا ہے تو اللہ کی رضا کے مطابق، دراصل وہ نقصان تو ہے ہی نہیں تمہاری نظریں اسے نقصان سمجھ رہی ہیں غرض یہ کہ پھر ذرا برابر بھی تردد نہیں رہنا چاہئے۔ کہ کام کریں یا نہ کریں

فاذا عزمت فتوکّل علی اللّٰہ

ہمت کر کے جدھر کو رجحان ہو کام کر ڈالیں زیادہ سوچتے نہ رہیں اور کام کرنے کے بعد پھر اس کا جو نتیجہ ہو اس پر بھی تردد نہ کریں کہ اگر ایسا ہو جاتا اور کر لیتے تو ایسا ہو جاتا، ایسی چیزیں ایمان کے تقاضوں کے خلاف ہیں۔ اس طرح کے قصے بہت سامنے آتے رہتے ہیں اس لئے بھی خیال ہو رہا تھا کہ اس بارے میں یا تو کوئی مضمون لکھوں یا کیسٹ بھر دوں اور عصر کی نماز کے بعد خیال آیا کہ چلئے آج اسی پر بیان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن صحیح معنی میں اپنی مرضی کے مطابق بنا لیں، تمام مسلمانوں کو مکمل طور پر دیندار بنا لیں اور دیندار بننے کے بعد جو حالات بھی گزریں خواہ اچھے ہوں یا برے ان تمام حالات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔

و صل اللّٰهم وبارک و سلم علیٰ عبدک و رسولک محمد و علیٰ اٰله و صحبه اجمعین و الحمد لله رب العالمین